اختر راہی

الرسالتہ القبرصیہ

(قبرص کے عیسائی حاکم کے نام امام ابن تیمیّہ کا ایک تبلیغی مکتوب)

"اسلام میں سیکڑوں ہزاروں بلکہ لاکھوں علماء، فضلاء، مجتہدین، آئمۂ فن اور مدّبرین گذرے ہیں لیکن مجدّد بہت کم پیدا ہوئے۔
مجدّد کے لیے تین شرطیں ضروری ہیں۔
۱۔ مذہب، علم یا سیاست میں کوئی مفید انقلاب کر دے۔
۲۔ جو خیال اُس کے دل میں آیا ہو، کسی کی تقلید سے نہ آیا ہو بلکہ اجتہادی ہو۔
۳۔ جسمانی مصیبتیں اٹھائی ہوں، جان پر کھیلا ہو، سرفروشی کی ہو۔
تیسری شرط اگر ضروری قرار نہ دی جائے تو امام ابوحنیفہ، امام غزالی، امام رازی، شاہ ولی اللہ صاحب اس دائرہ میں آسکتے ہیں لیکن جو شخص رفارمر (مجدّد) کا اصلی مصداق ہوسکتا ہے، وہ علامہ ابن تیمیّہ ہیں۔
مجدّدیت کی اعلیٰ خصوصیتیں جس قدر علاّمہ کی ذات میں پائی جاتی ہیں، اُس کی نظیر بہت کم مل سکتی ہے۔" [1]

علامہ شبلی نعمانی (م ۱۹۱۴ء) کے مندرجہ بالاخراج تحسین سے امام تقی الدین ابوالعباس احمد ابن تیمیّہ [2] (۱۲۶۳ء - ۱۳۲۷ء) کے اُس مقام و مرتبہ پر کچھ روشنی پڑتی ہے جو انہیں اصحابِ دعوت و عزیمت کے سلسلتہ الذہب میں حاصل ہے۔

امام ابن تیمیّہ کی ولادت سے صرف چند برس پہلے ۱۲۵۸ء میں ہلاکو نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی اور تاتاری سیلابِ بلا تھا کہ امڈا چلا آرہا تھا۔ ایک طرف علم و تہذیب کے مرکز تباہ و برباد ہورہے تھے اور دوسری طرف مسلمان امراء اور مسلم فرقے باہم دست و گریباں تھے۔ سالہا سال کی مسلسل بدامنی اور پے در پے شکستوں کے باعث اُمتِ مسلمہ بحیثیت مجموعی مایوسی اور خوف کا شکار تھی اور اسے اپنا مستقبل غیر یقینی دکھائی دے رہا تھا۔ ان حالات میں امام ابن تیمیّہ نے مسلم سیاست اور معاشرے کو ٹھوس بنیادیں فراہم کرنے کے لیے فکر اور عمل کے میدانوں میں تجدیدی کارنامے

انجام دیے۔

امام ابن تیمیّہ ایک علمی خانوادے کے چشم و چراغ تھے اور اُن کی تعلیم و تربیت بھی ایک عالمِ دین کی حیثیت سے ہوئی تھی، گو وقت پڑنے پر اُنھوں نے میدانِ جہاد میں دادِ شجاعت دی اور یہ اعزاز کم ہی اہلِ علم کو حاصل ہے تاہم یہ اُن کی تحریریں اور افکار ہی ہیں جو آج بھی رہنمائے منزل کی حیثیت رکھتے ہیں۔[۳] امام ابن تیمیّہ کو اسلامی علوم پر جو عبور حاصل تھا اِس کا اندازہ ہر اُس شخص کو ہے جس نے اُن کی تالیفات کا مطالعہ کیا ہے۔ اُن سے جن معاصرین نے اختلاف کیا، وہ بھی اُن کے علم و نظر اور فہم و بصیرت کے معترف تھے۔ امام ابن تیمیّہ شاید اپنے معاصرین میں اِس لحاظ سے بھی نمایاں ہیں کہ انہوں نے عیسائیت کا خصوصی مطالعہ کیا تھا۔ اہلِ کتاب یعنی یہود اور عیسائیوں کے لٹریچر، اُن کی تاریخ اور اُن کے مختلف فرقوں کے باہمی اختلافات پر اُن کی نظر اس قدر گہری تھی کہ معروف مستشرق گولڈزیہر کے بقول "کوئی شخص جو تورات کی شخصیتوں سے بحث کرنا چاہے وہ ابن تیمیّہ کی تصنیفات سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔"[۴]

مطالعۂ عیسائیت کے سلسلے میں امام ابن تیمیّہ کی معرکہ آرا کتاب تو "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح"[۵] ہے لیکن اِس کے علاوہ بھی انہوں نے مختلف تصانیف میں ضمنی مباحث کے تحت عیسائیت کی تاریخ، عقائد اور رسومات پر گفتگو کی ہے۔ "الجواب الصحیح" سے پہلے امام ابن تیمیّہ نے قبرص کے معاصر عیسائی حاکم کے نام ایک تبلیغی مکتوب ارسال کیا تھا جو "الرسالۃ القبرصیہ"[۶] کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ ذیل میں اسی "الرسالۃ القبرصیہ" کے مباحث پر گفتگو کی جاتی ہے۔

امام ابن تیمیّہ کے زمانۂ حیات میں شام اور مصر میں قابلِ لحاظ عیسائی آبادی موجود تھی۔ انطاکیہ، بیت المقدس اور اسکندریہ عیسائیت کے اہم مراکز خیال کیے جاتے تھے۔ اِن شہروں کے ساتھ دوسرے شہروں میں بھی عیسائیوں کے مدارس اور معابد موجود تھے جہاں عیسائی پوری مذہبی آزادی کے ساتھ تورات اور اناجیل کی تبلیغ و تلقین میں مصروف تھے۔ عیسائی آبادی کا کچھ حصہ تو سرکاری ملازمتوں میں تھا تاہم ایک بڑا حصہ تجارت پیشہ تھا اور بحیثیتِ مجموعی عیسائی آبادی معاشرے کے نسبتاً خوشحال لوگوں میں شمار ہوتی تھی۔

جزیرہ قبرص گو امام ابن تیمیّہ کی زندگی میں خلافت اسلامیہ سے کٹ چکا تھا اور عیسائی حکمرانوں کے زیرِ نگین تھا تاہم ایک عرصہ اس پر پرچمِ اسلام لہراتا رہا تھا۔ ۶۴۴ء میں پہلی بار حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں حضرت امیر معاویہؓ نے قبرص پر حملہ کیا اور اہلِ قبرص سے معاہدہ کیا جس کے تحت اہلِ قبرص کو بازنطینی اور اسلامی مملکتوں کے درمیان غیر جانبدار رہنا تھا مگر وہ اس معاہدے پر قائم نہ رہ سکے۔

اُنہوں نے مسلمانوں کے خلاف بازنطینیوں کا ساتھ دیا جس پر اہل قبرص کی سرزنش کی گئی اور اُن پر خراج عائد کیا گیا۔ معاہدے اور معاہدوں کی خلاف ورزیوں کا سلسلہ چلتا رہا حتیٰ کہ ۷۴۲ء میں قبرص کا مستقل طور پر شام سے الحاق کر دیا گیا۔ امویوں سے عباسیوں کی جانب انتقالِ خلافت کے دور میں قبرص میں ایک بار پھر بازنطینی اقتدار بحال ہو گیا تاہم ہارون الرشید نے ۷۹۰ء میں قبرص کو فتح کر لیا۔

عباسیوں کے دورِ آخر میں جب اقتدار کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی تو رومی جنرل نسی فورس (Nicephorus) نے قبرص پر قبضہ کیا اور اس طرح قبرص پر ایک طویل عرصے کے بعد عیسائی اقتدار بحال ہو گیا۔ جنرل نسی فورس نے شام، مصر اور آرمینیا پر حملے شروع کر دیے۔ حتیٰ کہ اُس نے شام کے شہر حلب کو تاخت و تاراج کیا اور ان کامیابیوں کے نتیجے میں اُس نے اپنی شان میں طویل نظم لکھوائی۔ گیارہویں سے تیرہویں صدی کے عرصے میں قبرص کا واسطہ مملوک سلاطینِ مصر سے رہا۔ رچرڈ اول شاہ انگلستان جب صلاح الدین ایوبی کے مقابلے میں صلیبی جنگوں کے سلسلے میں آ رہا تھا تو راستے میں قبرص کے حکمرانوں سے اس کی جھڑپ ہو گئی۔ رچرڈ نے قبرص پر قبضہ کر لیا اور ۱۱۹۲ء میں جزیرے کو فرینک خاندان کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ فرینک (لیوسینان) دور میں جزیرے سے اسلامی اثر و رسوخ ختم کرنے کی کوششیں کی گئیں تاہم نئے حکمرانوں کی مملوک سلاطین سے جھڑپیں جاری رہیں اور آخر ۱۴۲۶ء میں جنگِ لارناکا میں فرینک شکست کھا گئے اور انہوں نے خراج دینا قبول کر لیا۔ [۷]

الرسالۃ القبرصیہ

قبرص کی فوج شام کے ساحلی شہروں پر عموماً شب خون مارتی اور بے گناہ مسلمانوں کو گرفتار کر کے ساتھ لے جاتی تھی۔ ان بے گناہوں کی رہائی کے لیے امام ابن تیمیّہ نے حاکم قبرص کو خط لکھا۔ یہ خط ۱۳۰۲ء کے بعد کسی وقت لکھا گیا ہے۔ امام ابن تیمیّہ نے قبرص کے عیسائی حاکم کا نام سرجواس یاسر جوان لکھا ہے جو درحقیقت Jean I کی معرّب شکل ہے۔ Jean I نے ۱۲۸۴ء اور ۱۲۸۵ء میں تقریباً ایک سال دادِ حکمرانی دی تھی اس لیے یہ خط اس کے نام نہیں ہو سکتا بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ امام ابن تیمیّہ کے خط کا مخاطب ہنری دوم (Henry II) ہے جس نے ۱۲۸۵ء سے ۱۳۲۴ء تک تقریباً چالیس سال حکومت کی۔

امام ابن تیمیّہ کے اس مکتوب کا مقصد حاکم قبرص کو اس بات پر آمادہ کرنا تھا کہ وہ مسلمان قیدیوں کو رہا کر دے کیوں کہ "اُن کے ساتھ بدسلوکی کرنا بادشاہ کی دیانت داری پر بدنما دھبّہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی بے حرمتی ہے اور مسلمانوں کے نزدیک ایک ناقابلِ عفو جرم ہے۔ مسیح علیہ السلام اس بدسلوکی اور ظلم سے بچانے کے سب سے بڑے مبلّغ تھے۔" [۸]

امام ابن تیمیّہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے حوالے سے اپنے تعجب کا اظہار یوں کیا

ہے:

"بڑا تعجب ہے کہ عیسائیوں نے عہد شکنی کا ارتکاب کرتے ہوئے ایسے لوگوں کو گرفتار کر لیا ہے جنھوں نے ان سے لڑائی نہیں کی حالانکہ مسیح علیہ السلام کی تعلیم یہ ہے اگر کوئی تمہارے ایک گال پر طمانچہ مارے تو تم دوسرا اس کے آگے کر دو۔ اگر وہ تمہاری چادر چھینے تو تم اسے اپنی قمیص بھی دے دو ---

مسیح علیہ السلام انجیل میں قیدیوں کو چھوڑنے کی وصیت کر گئے ہیں اور سورج اور بارش کی طرح ان پر احسان اور ہمدردی کرنے کا سبق دے گئے ہیں۔"

امام ابن تیمیہؒ نے اس امر پر زور دینے کے بعد کہ مسلمان قیدیوں کی گرفتاری تعلیماتِ انجیل کے خلاف ہے اور انہیں رہا کرنا حاکم کے لیے اخروی نجات کا باعث ہوگا، مگر اس کے لیے امام ابن تیمیہؒ صرف ترغیب ہی سے کام نہیں لیتے۔ بلکہ اُنھوں نے ایک مجاہد کی طرح حاکم قبرص کو اس طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ تاتاریوں کے سیلابِ بلا کے آگے بند باندھا جا چکا ہے اور امت مسلمہ میں ایک بار پھر اعتماد بحال ہو چکا ہے اور مسلمان اس پوزیشن میں ہیں کہ مجاہدانہ اقدامات کر سکیں۔ "عساکر اسلام نئے سرے سے مرتّب کیے گئے ہیں۔ مسلمانوں کے امراء فوجی قوت بڑھانے میں ایک دوسرے پر سبقت کر رہے ہیں۔ اُن کی تمام تر توجہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے پر مرکوز ہے۔"

مسلمانوں کا عیسائی آبادی سے جو حسنِ سلوک تھا اس کا ذکر بھی کیا ہے اور خود اپنے حوالے سے لکھا ہے کہ

"تمام عیسائی جانتے ہیں کہ جب غازان [9] اور قطلوشاہ میرے کہنے سننے پر قیدیوں کو رہا کرنے پر آمادہ ہو گئے اور ادھر میں نے تبادلہ میں اُن کے قیدی آزاد کرنے پر اپنے حاکم کو رضا مند کر لیا تو اُس نے کہا کہ صرف مسلمان قیدی چھوڑے جائیں گے۔ بیت المقدس سے جو عیسائی قیدی ہمارے ہاتھ آئے ہیں وہ رہا نہیں کیے جائیں گے۔ میں نے اصرار کیا کہ مسلمان قیدی بھی چھوڑ دیے جائیں اور جو ہمارے اہل ذمّہ یہودی اور عیسائی گرفتار ہو گئے ہیں وہ بھی آزاد کر دیے جائیں چنانچہ ہم نے مسلمانوں کے ساتھ یہودی اور عیسائی قیدی بھی رہا کرا دیے۔"

مسلمان قیدیوں سے حسن سلوک اور اُن کی رہائی پر زور دینے کے ساتھ امام ابن تیمیہؒ نے حاکم قبرص پر اسلام کا پیغام واضح کیا اور اُسے دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ اس مقصد کے لیے اُنھوں نے بڑے حکیمانہ انداز میں حاکم قبرص کے دل میں اسلام کے لیے جگہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ مکتوب کے آغاز میں اُنھوں نے حمد و ثنا کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ان الفاظ

میں کیا ہے:

"وہ رحمت اور جنگ دونوں کے نبی ہیں۔ اُن کی ذات ستودہ صفات میں تمام پہلے انبیاء کی خوبیاں جمع ہیں اور اُن کی آمد کی اللہ کے بندے، اس کی روح اور اُس کے کلمہ نے (جو مریم صدیقہ علیہا السلام کی طرف ڈالا گیا جن کو کسی انسان نے ہاتھ نہیں لگایا) شہادت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلمہ عیسیٰ ابن مریم ہیں جو ہدایت کی طرف رہنمائی کرنے والے ہیں۔ دنیا اور آخرت میں باعزت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں صاحب تقرب ہیں اور جمال و رحمت کی صفات سے موصوف ہیں۔ جب کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف جلال اور شدّت لے کر آئے تھے، اُن کے بعد اللہ تعالیٰ نے خاتم المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کمال کی صفت سے موصوف کر کے مبعوث فرمایا۔ آپ کفّار پر سختی اور ایمانداروں کے حق میں رحم کرنے والے تھے۔ آپ کی شریعت پہلی تمام شریعتوں کے محاسن کا مجموعہ ہے اور آپ کی ذات تمام انبیاء کے فضائل کا مرکز ہے۔"

سلسلہ انبیاء میں حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کا ذکر کرنے کے بعد امام ابن تیمیّہ نے بتایا ہے کہ "عیسیٰ علیہ السلام نے بھی انبیاء سابقین کی طرح لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف دعوت دی۔ پہلے رسولوں کی تصدیق کی اور ایک آخر الزمان نبی کی آمد کی خبر دی۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہودیوں اور خُود ان کے اپنے پیروکاروں کے رویّوں کا ذکر کرنے کے بعد ان پر تنقید کی ہے۔ عیسائیت کے پیروکاروں کا ذکر اُن ہی کے الفاظ میں:

"اللہ تعالیٰ کے متعلق ان لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ زندہ ہے، علیم اور قدرت رکھنے والا ہے۔ ایک جوہر ہے جس کے تین اقنوم ہیں۔ ان میں سے ایک اقنوم نے جو کلمہ اور علم سے تعبیر ہے، بشریت کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ ایک اقنوم کا دوسرے دو اقنوموں سے انفصال اسی وقت ممکن ہے جب ان تینوں کو الگ الگ جداگانہ معبود تسلیم کیا جائے مگر عیسائی اس کے قائل نہیں ہیں۔ "ایک میں تین اور تین میں ایک" اُن کا وہ واحد پریشان کن عقیدہ ہے جو کسی عقل مند انسان کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ انجیل اور اس سے پہلے کی کتابوں کے چند متشابہ کلمات کے سوا اُن کا کوئی سہارا نہیں ہے۔ پھر ان متشابہ کلمات کی خود انجیل اور اس سے قبل کی کتابوں نے خود ہی تشریح بھی کر دی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ مسیح علیہ السلام خدا کے بندے تھے۔ اُسی کی عبادت کرتے تھے اور اُسی کے سامنے فریاد کرنے اور گڑگڑانے میں اپنا فخر سمجھتے تھے۔"

امام ابن تیمیّہ نے یہود و نصاریٰ کے فرقوں کا ذکر کرنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور اُن کے مقام کا ذکر کرتے ہوئے حاکم قبرص پر واضح کیا ہے کہ

"اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو متوسط اور معتدل بتایا ہے وہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں نہ عیسائیوں کی طرح غلو کرتے ہیں کہ وہ ان میں الوہیت مان کر خداوند کریم کی طرح اُن کی پرستش کریں یا اُس کے برابر صاحبِ اقتدار جان کر اُنہیں اپنا شفیع بنائیں اور نہ یہود کی طرح بدبختی اور شقاوت کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ اُن کی بے حرمتی کریں۔ اُن کے قتل کے درپے ہو جائیں اور اُن کی اطاعت سے منہ موڑلیں بلکہ وہ سب انبیاء کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ دین کی اشاعت میں اُن کے مددگار ہوتے ہیں۔ وہ خدا کی طرف سے جو دین لے کر آتے ہیں، اُس کو تسلیم کرتے ہیں ---"

امام ابن تیمیّہ اِس امر پر زور دیتے ہیں کہ مسلمانوں کے دین کے بارے میں عقلاء متفق ہیں کہ آج تک دُنیا میں اسلام سے بہتر کوئی دین نہیں اور اِس کے واجب الاتباع ہونے پر دلائل قاطعہ قائم ہو چکے ہیں۔ امام ابن تیمیّہ ان الفاظ میں دعوتِ دین دیتے ہیں۔

"میں آپ سے وہ چیز عرض کروں جو آپ کے حق میں بہتر ہے۔ نیز حصولِ علم، اتباعِ حق اور واجبات کے ادا کرنے میں آپ کی مدد کروں۔ اگر آپ کو کوئی ایسا آدمی مل جائے جس کے علم اور دیانت داری پر آپ کو اعتماد ہو تو اصولِ علم اور مذاہب حقّہ کے بارے میں اس سے تبادلۂ خیالات کیجیے اور ان مقلّد عیسائیوں کے طریقہ پر قائم رہنے پر قناعت نہ کیجیے جو صحیح بات سننے اور سمجھنے سے عاری ہیں --- دینِ حق معلوم کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ پہلے آپ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں اور ہدایت کی توفیق کے لیے دُعا کریں۔"

تاریخ اس بارے میں ہماری کوئی رہنمائی نہیں کرتی کہ امام ابن تیمیّہ کے اس مکتوب کا حاکمِ قبرص پر کیا اثر ہوا۔ ممکن ہے امام ابن تیمیّہ کے پیغام رساں ابوالعباس مقدسی اور اس کے ساتھی قیدیوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے کام لیا گیا ہو یا انہیں رہائی نصیب ہو گئی ہو تاہم اتنا یقینی ہے کہ قبرص سے امام ابن تیمیّہ کے پاس ایک مناظرانہ نوعیت کی کتاب آئی جو انطاکیہ اور صیدا کے پادری کی تالیف تھی اور امام ابن تیمیّہ کو اس کتاب کے جواب میں تفصیل سے لکھنا پڑا اور یوں "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح" تالیف ہوئی۔

حواشی

۱۔ شبلی نعمانی، مقالاتِ شبلی (مرتبہ: سیّد سلیمان ندوی)، اعظم گڑھ: مطبع معارف (۱۹۳۶ء)، جلد ۵

۲۔ گذشتہ پچاس برسوں میں امام ابن تیمیّہ کے احوال و آثار پر اردو میں چھوٹی بڑی کئی کتابیں شائع ہو

چکی ہیں۔ ان میں سے اہم تر یہ ہیں۔
* ڈاکٹر غلام جیلانی برق، سوانح امام ابن تیمیہ، لاہور: مکتبہ اردو (۱۹۴۱ء)، طبع جدید، لاہور: اسلامک پبلشنگ ہاؤس (۱۹۷۹ء)
* محمد یوسف کوکن عمری، امام ابن تیمیہ، مدراس (۱۹۵۹ء)، لاہور: اسلامی پبلشنگ کمپنی (۱۹۶۰ء)
* محمد ابوزہرہ، حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ (مترجمہ: سیّد رئیس احمد جعفری)، لاہور: المکتبۃ السلفیہ (۱۹۶۱ء)

۳۔ ۱۴ نومبر ۱۹۲۳ء کے ایک خط میں علامہ محمد اقبال (م ۱۹۳۸ء) نے لکھا ہے کہ

"ایشیا کے قدیم مذاہب کی طرح اسلام بھی زمانۂ حال کی روشنی میں مطالعہ کیے جانے کا محتاج ہے۔ پرانے مفسّرینِ قرآن اور دیگر اسلامی مصنّفین نے بڑی خدمت کی ہے مگر اُن کی تصانیف میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو جدید دماغ کو اپیل نہ کریں گی۔ میری رائے میں بحیثیت مجموعی زمانۂ حال کے مسلمانوں کو امام ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کا مطالعہ کرنا چاہیے ----" [رحیم بخش شاہین (مرتّب)، اوراق گم گشتہ، لاہور: اسلامک پبلیکیشنز (۱۹۷۵ء)، ص ۱۱۸ - ۱۱۹]

۴۔ بحوالہ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی، تجدید واحیائے دین، لاہور: اسلامک پبلیکیشنز (۱۹۷۶ء)، ص ۷۶

۵۔ "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح" کے عربی متن کے علاوہ اس کا ملخص انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ دیکھیے:

A Muslim Theologian's Response to Christianity: Ibn-Taymiyyah's al-Jawab al-Sahih, Thomas F. Michel (ed. & trans.), New York: Caravan Books (1984)

تاہم اردو میں امام ابن تیمیہ کی جو کتابیں ترجمہ ہو چکی ہیں، ان میں "الجواب الصحیح" شامل نہیں۔ دیکھیے: خلیق احمد نظامی، The Impact of Ibn-Tamiyyah on South Asia سہ ماہی Journal of Islamic Studies (آکسفورڈ)، جلد ۱ (۱۹۹۰ء)، ص ۱۳۶

مولانا شمس تبریز خان (رفیق مجلسِ تحقیقات و نشریاتِ اسلام، لکھنؤ) نے مصری فاضل متولی یوسف چلپی کی عیسائیت سے متعلق کتاب کا ترجمہ کیا اور اس کے دیباچے میں "الجواب الصحیح" کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے لکھا تھا کہ وہ اردو میں اس کی تلخیص کر رہے ہیں۔ [شمس تبریز خان (مترجم)، مسیحیت: علمی اور تاریخی حقائق کی روشنی میں، لکھنؤ: مجلس تحقیقات و نشریات اسلام (۱۹۷۶ء)، ص ۸]
تاہم "الجواب الصحیح" کی مذکورہ تلخیص راقم الحروف کی نظر سے نہیں گزر سکی۔

۶۔ "الرسالۃ القبرصیہ" کا اردو ترجمہ حافظ محمد اسحاق کے قلم سے ماہنامہ "رحیق" (لاہور) بابت اکتوبر تا

دسمبر ۱۹۵۸ء میں بالاقساط شائع ہوا ہے۔ جناب خلیق احمد نظامی نے بھی ترجمے کا ذکر کیا ہے۔ [حوالہ مذکورہ، ص ۱۴۶] تاہم یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اُن کا اشارہ حافظ محمد اسحاق کے ترجمے کی جانب ہے یا اُن کی نظر سے کوئی دوسرا ترجمہ گزرا ہے۔

۷۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

George Hill, The History of Cyprus, Vols.1- 4 , Cambridge (1972)

H.D. Purcell, Cyprus, London (1969).

۸۔ "الرسالۃ القبرصیہ" کے جملہ اقتباسات ماہنامہ "رحیق" میں شائع شدہ ترجمے سے لیے گئے ہیں۔

۹۔ تاتاری حکمران جو اپنی فوج کے ساتھ دمشق آیا تو امام ابن تیمیہ نے اس سے ملاقاتیں کیں اور اسے اپنے طرزِ عمل کو درست کرنے کی تلقین کی۔ "الرسالۃ القبرصیہ" میں بھی امام ابن تیمیہ نے اس سے اپنی ملاقاتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔